قائداعظم، جسٹس منیر اور سیکولرازم

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مغفور

شنید ہے کہ جسٹس منیر صاحب کی کتاب فرام جناح ٹو ضیا پر پابندی لگ گئی ہے یا لگنے والی ہے۔ میں اس کوشش میں تھا کہ سَو روپے قیمت کی اس مختصر سی کتاب کو کسی طرح حاصل کر کے پڑھوں، اور اس پر کچھ لکھوں۔ مگر اب اس کا موقع نہیں رہا۔ تاہم مجھے اندازہ ہے کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوگا جسٹس منیر سرزمین پاکستان میں سیکولرازم کے سرپرستِ اعظم ہیں۔ حال ہی میں نفاذ اسلام کے سلسلے میں انتخابی اور غیر انتخابی طرز سیاست پر فکری الجھنوں کا جو غبار اٹھا ہے غالباً اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے جسٹس صاحب نے ایک بار پھر سیکولرازم کا لوہا منوانے کی کوشش کی ہے۔ میں اپنے تصور کے مطابق یہ سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا نام "جسٹس منیر سے جسٹس منیر تک" ہونا چاہیئے۔ یا "منیر رپورٹ سے منیر رپورٹ تک" یعنی وہ ایک ہی خیالات ہیں جو اضطراباتِ پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کارروائیوں سے لے کر بعد کے اخباری مضامین اور حالیہ کتاب تک دوہرائے گئے ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ جسٹس منیر قائداعظم جیسی ہستی کو کھینچ کر جب اپنے ساتھ کھڑا کرنے کی سعیٔ بے جا کرتے ہیں تو وہ ایک ملک کے موسس اور ایک قوم کے بلند مرتبہ لیڈر کی توہین کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ تحقیقاتی عدالت میں جب پہلے پہل انہوں نے قائداعظم کے ساتھ یہ زیادتی روا رکھی تو اس کا مختصر مگر مدلل ناقدانہ جواب مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ایک عدالتی بیان ہی میں دیا۔ ان دنوں جب کہ قائداعظمؒ کی یاد تازہ کی جا رہی ہے۔ مولینا کی اس تاریخی تجزیہ کو پیش کیا جاتا ہے۔

یوں تو جسٹس منیر صاحب نے متعدد ضمنی بحثیں اور بھی چھیڑی ہیں جو سیکولرازم ہی کے شاخسانے ہیں۔ سیکولرازم دراصل ہے ہی اباحت کے دروازے کھولنے کا ذریعہ۔ سو اس زاویۂ نظر کے ساتھ جب کوئی شخص اظہار خیال کرے گا تو قدرتی طور پر کئی سوال پیدا ہوں۔ مگر اس کا موقع نہیں کہ تفصیلی بحثیں اس موقع پر چھیڑی جائیں۔ یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغفور کی تحریر کے ساتھ کسی اور چیز کا پیوند لگایا جائے۔ (نے رص)

میں اس غلط فہمی کو صاف کر دینا چاہتا ہوں جو قائداعظم مرحوم کی اس تقریر سے پیدا ہوئی ہے۔ جو انہوں نے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی مجلس دستور ساز میں کی تھی۔

میرے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(الف) ان کے مرتبے کے انسان سے ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ پاکستان کے قیام سے پہلے دس سال تک جن اصولوں کو بنیاد بنا کر لڑتے رہے تھے ان سے وہ پاکستان قائم ہوتے ہی یک لخت پلٹ گئے ہوں گے اور انہی اصولوں کے قائل ہو گئے ہوں گے جن کے خلاف انہوں نے اپنی ساری قوم کو ساتھ لے کر جنگ کی تھی۔ نیز ہم یہ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ وہ قیام پاکستان کے پہلے ہی دن ان تمام وعدوں سے پھر گئے ہوں گے جو انہوں نے بارہا صاف اور صریح الفاظ میں اپنی قوم سے کئے تھے اور جن کے اعتماد ہی پر قوم ان کو اپنا لیڈر مان کر اپنی جان و مال ان کے اشاروں پر قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوئی تھی۔ پھر ہمارے لئے یہ ماننا بھی ممکن نہیں ہے کہ قائداعظم ایسی متضاد باتیں کر سکتے تھے کہ ۱۱۔ اگست کو ایک اعلان کریں اور پھر اس کے بعد بار بار اس کے بالکل خلاف باتوں کا مسلمان پبلک کو یقین دلاتے رہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک ان کی مذکورہ بالا تقریر کو ان کے اگلے اور پچھلے ارشادات کی روشنی میں سمجھنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم اس کا کوئی ایسا مفہوم لیں جو ان کی تمام باتوں کے خلاف پڑتا ہے جو انہوں نے اس سے پہلے فرمائیں اور اس کے بعد بھی فرماتے رہے۔

(ب) سب کو معلوم ہے کہ قائداعظم کی کانگریس سے لڑائی تھی ہی دو قومی نظریے کی بنیاد پر۔ ۱۱ اگست ۴۷ء تک۔ ان کا مستقل نظریہ یہ تھا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور وہ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ وطنی قومیت نہیں بنا سکتے۔ اس کے متعلق ان کی بہت سی تحریروں اور تقریروں میں سے صرف ایک

تحریر کا اقتباس میں یہاں نقل کروں گا جو ستمبر ۱۹۴۴ء میں گاندھی جی کے ساتھ اپنی خط و کتابت کے سلسلے میں لکھی تھی یہ ہے:

"ہم اس کے قائل ہیں اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان اور ہندو دو بڑی قومیں ہیں جو "قوم" کی ہر تعریف اور معیار پر پوری اترتی ہیں۔ ہم دس کروڑ کی ایک قوم ہیں۔ مزید براں ہم ایک ایسی قوم ہیں جو ایک مخصوص اور ممتاز تہذیب و تمدن، زبان و ادب، آرٹ اور فن تعمیر، احساس اقدار و تناسب، قانونی احکام و اخلاقی ضوابط، رسم و رواج اور تقویم (کیلنڈر) تاریخ اور روایات، رجحانات اور عزائم کی مالک ہے۔ خلاصۂ بحث یہ ہے کہ زندگی اور اس کے متعلقات کے بارے میں ہمارا اپنا ایک امتیازی زاویۂ نگاہ ہے اور قانون بین الاقوامی کی ہر دفعہ کے لحاظ سے ہم ایک قوم ہیں۔"

(مسٹر جناح کی تقریریں اور تحریریں مرتبہ جمیل الدین احمد صہ ۱۸۱، ۱۸۲)

اب کیا ہم یہ باور کرلیں کہ ۱۱ اگست کو یکایک وہ تمام خصوصیتیں مٹ گئیں جو مسلمانوں کو غیر مسلموں سے جدا کر کے ایک الگ قوم بناتی تھیں اور یکایک ایک نئی قومیت کے اسباب فراہم ہو گئے جس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا جذب ہونا ممکن ہو گیا؟ اگر ہم اس بات کو مان لیں تو قائد اعظم مرحوم کو اس الزام سے نہیں بچایا جا سکتا کہ وہ ایک بااصول آدمی نہ تھے۔ بلکہ محض سیاسی مصلحتوں کی خاطر اصول بناتے اور بدلتے تھے۔ مرحوم کی وفات کے پانچ سال بعد ان کی روح کو ایسے الزامات کا تحفہ پیش کرنے کے لیے میں تو کسی طرح تیار نہیں ہو سکتا۔

ج:۔ بے شمار شہادتیں اس امر کی موجود ہیں کہ پاکستان کے قیام سے پہلے بھی قائد اعظم مرحوم مسلمانوں سے ایک اسلامی ریاست کا وعدہ کرتے رہے تھے اور اس کے بعد بھی وہ اس وعدے کو دہراتے رہے۔ پہلے کے وعدوں میں سے صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو فرنٹیر مسلم لیگ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ خود اپنے ضابطۂ حیات اپنے تہذیبی ارتقا اپنی روایات اور اسلامی قانون کے مطابق حکمرانی کر سکیں۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۴۳۷)

لہ۔ قائد اعظم مرحوم اور خان لیاقت علی خان مرحوم کی تحریروں سے اقتباسات عدالت میں پیش کردہ بیان انگریزی میں تھے۔ یہاں اشاعت کی سہولت کے لیے ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

پھر اسی کانفرنس میں انہوں نے ۲۴ نومبر کو تقریر کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار فرمایا۔

"ہمارا دین، ہماری تہذیب اور ہمارے اسلامی تصورات وہ اصل طاقت ہیں جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے متحرک کرتے ہیں"۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۴۲۲)

پھر اسی زمانے میں اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"لیگ ہندوستان کے ان حصوں میں آزاد ریاستوں کے قیام کی علمبردار ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے تاکہ وہ وہاں اسلامی قانون کے مطابق حکومت کر سکیں"۔ (حوالہ مذکور صفحہ ۴۴۶)

۱۱۔ اگست والی تقریر سے صرف ایک مہینہ بارہ دن پہلے ۲۹، ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو مرحوم نے سرحد کے حالات پر ایک بیان دیتے ہوئے لکھا:۔

"مگر خان برادران نے اپنے بیانات میں اور اخباری ملاقاتوں میں ایک اور زہر آلود شور برپا کیا ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی شریعت کے بنیادی اصولوں اور قرآنی قوانین سے انحراف کرے گی۔ یہ بات بھی قطعی طور پر غلط ہے"۔ (ڈان ۳۰ جون ۱۹۴۷ء)

دوسری طرف ۱۱۔ اگست ۴۷ء کے بعد جو ارشادات قائد اعظم کی زبان سے سنے گئے اور ان کے معتمر ترین رفیقوں نے ان کی جو ترجمانی بار بار خود ان کی زندگی میں کی اور جس کی کوئی تردید ان کی جانب سے نہ ہوئی اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

"پشاور ۱۴ جنوری۔ پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خان نے اتحاد و یکجہتی کے لئے سرحد کے لوگوں سے اپیل کرتے ہوئے قائد اعظم کے ان اعلانات کا پھر اعادہ کیا کہ پاکستان ایک مکمل اسلامی ریاست ہوگا...... انہوں نے فرمایا کہ پاکستان ہماری ایک تجربہ گاہ ہوگا اور ہم دنیا کو دکھائیں گے کہ تیرہ سو برس پرانے اسلامی اصول ابھی تک کارآمد ہیں"۔ (پاکستان ٹائمز ۱۵ جنوری ۴۸ء)

"کراچی ۲۶ جنوری قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے ایک اعزازی دعوت میں جو انہیں کراچی بار ایسوسی ایشن کی طرف سے گذشتہ شام دی گئی) تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرے لئے وہ گروہ بالکل ناقابل فہم ہے جو خواہ مخواہ شرارت پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ پراپیگنڈہ کر رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنا پر نہیں بنے گا"۔ (پاکستان ٹائمز ۲۷ جنوری ۱۹۴۸ء)

"راولپنڈی ۵ اپریل۔ مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان نے آج راولپنڈی میں اعلان کیا

کہ پاکستان کا آئندہ دستور قرآن مجید کے احکام پر مبنی ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ قائد اعظم اور ان کے رفقاء کی یہ دیرینہ خواہش رہی ہے کہ پاکستان کا نشوونما ایک ایسی مضبوط اور مثالی اسلامی ریاست کی حیثیت سے ہو جو اپنے باشندوں کو عدل و انصاف کی ضمانت دے سکے۔" (پاکستان ٹائمز، ۔ اپریل ۱۹۴۸ء)

ان صاف اور صریح بیانات کی موجودگی میں قائد اعظم کی ۱۱۔ اگست والی تقریر کا ایک ایسا مفہوم نکالنا جو ان کے تمام اگلے پچھلے ارشادات کے خلاف ہو مرحوم کی یاد کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔

(بقیہ تذکرۂ انبیاء)

زندگی کے خزانے اگلنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کارخانۂ ہستی کو چلانے والا خدا انسان کے مرجانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز ہے تو حقیقت میں وہ عقل کا اندھا ہے۔ اس کے سر کی آنکھیں جن ظاہری مناظر کو دیکھتی ہیں، اس کی عقل کی آنکھیں ان کے اندر نظر آنے والے روشن حقائق کو نہیں دیکھتیں۔ (باقی)